باسمہ تعالیٰ

مُلک کا خطرناک رُخ

اور

دانشور طبقہ کی ذمہ داری

مولانا ابوالحسن علی ندوی

ناشر

دفتر کل ہند تحریک پیام انسانیت لکھنؤ

پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اہل نظر ہی نہیں، اخبار بیں طبقہ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر بازاروں میں چلنے پھرنے والے اور مختلف طبقوں کے لوگوں سے ملنے والے انسانوں سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اس وقت ملک میں اجتماعی بگاڑ سے انفرادی بناؤ کا مزاج پیدا ہوگیا ہے اس نے وہ خطرات پیدا کر دیئے ہیں جو کسی بیرونی (حملہ آور) طاقت سے بھی پیدا نہیں ہوسکتے اور اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اس صورت حال پر کسی کو کوئی تشویش ہے نہ زیاں کا احساس، ہر شخص اپنے حال میں مست ہے اور یہ سمجھے بیٹھا ہے کہ اس کا اپنا گھر محفوظ ہے تو پورا ملک جلتا رہے اس کی بلا سے، صاحب تقریر کے بقول،

"کسی کے دل میں کوئی بلند جذبہ، کوئی بلند تخیل اور انسانیت کا احترام لحاظ باقی نہیں رہا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دل و دماغ پر کوئی فالج

www.abulhasanalinadwi.org

گر گیا ہے، ہمارا ضمیر مفلوج ہو کر رہ گیا ہے، ضمیر میں ملامت
کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی ،،

اسی صورت حال اور ہندستانی سماج کے لئے اس سے پیدا شدہ خطروں کے شدید احساس نے مولانا سیّد ابُوالحَسَن عَلِی نَدْوِی کو مجبور کیا کہ اپنے علمی و تصنیفی مشاغل کو چھوڑ کر، پیرانہ سالی اور صحت کی خرابی کی پروانہ کرتے ہوئے نکلیں لوگوں تک انسانیت کا پیغام پہونچائیں، ان کے دلوں میں محبت کی جوت جگائیں ان کے ضمیر کو جھنجھوڑیں اور ذمہ داریوں کا احساس دلانے کی کوشش کریں، اسی مقصد کے لئے ،، حلقۂ پیام انسانیت ،، کا قیام عمل میں آیا، اور مولانا کی قیادت میں اس کے وفود نے مختلف صوبوں کے اہم علاقوں کے دورے کئے، بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال پایا اور بہت سے لوگوں کو ہم خیال بنایا،

اسی طرح کے ایک وفد نے مولانا کی قیادت میں اپریل ۱۹۷۷ء میں یو۔پی کے کچھ مغربی اضلاع کا تیز رفتار اور کامیاب دورہ کیا، اس وفد کا دورہ ۹؍اپریل کو رام پور سے شروع ہوا، اور میرٹھ، مرادآباد، ہاپڑ، مظفر نگر، بلند شہر، اور اسی اطراف کے مختلف شہروں، قصبات اور بڑی آبادیوں میں ملاقاتوں، مشترک جلسوں اور تقریروں کا اہتمام کیا گیا اور کوشش کی گئی کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنی بات پہونچائی جائے، ان پروگراموں میں مسلمان، ہندو، سکھ اچھوت، اسی طرح سماج کے ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی، بعض مقامات پر

www.abulhasanalinadwi.org

غیر مسلموں نے جلسوں کی صدارت بھی کی، اور سبھی نے وفد اور اس کے پیغام کو خوش آمدید کہا، گہرے تاثر کا اظہار کیا، مقاصد سے اتفاق کیا اور اپنی خدمات بھی پیش کیں۔

اس دورہ کا آخری اور اہم ترین مقام علی گڈھ تھا، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے ہندوستان کے ماضی قریب کی تاریخ اور جنگ آزادی میں بڑا اہم اور مؤثر کردار ادا کیا ہے اور ملک کے حالات کو نیا رخ دیا ہے، یونیورسٹی میں تعمیری صلاحیتیں اب بھی موجود ہیں، وہاں حرکت و نشاط اور قوت و صلاحیت سے بھرپور نوجوان موجود ہیں، ستاروں پر کمندیں ڈالنے والی ہمتیں موجود ہیں، اور وہاں کے اساتذہ و طلبہ سے ملک و ملت اپنی امیدیں جائز طور پر وابستہ کرسکتے ہیں۔

۱۶ر اپریل ۷۳ء کی شام کو ۸ بجے مسلم یونیورسٹی کے کنیڈی ہال میں مولانا کی تقریر کا پروگرام تھا، اس میں یونیورسٹی کے اساتذہ و طلبہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی پورا ہال بھرا ہوا تھا، راہ داریوں اور گیلریوں تک میں جگہ نہیں تھی، لوگ توجہ انہماک اور متانت کے ساتھ پروگرام میں شریک ہوئے، راقم الحروف نے اس سفر اور پروگرام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مولانا نے تقریبا ایک گھنٹہ خطاب فرمایا، شاید سامعین کی دلچسپی، توجہ اور ان کے شوق و انہماک کا اثر تھا کہ مولانا کی طبیعت بھی کھل گئی تھی ؎

بس دل کا تقاضا ہی نہ تھا عرضِ محبت
کچھ ان کی نگاہوں کا بھی اصرار ہوا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نے اپنی تقریر میں اس وقت ہندوستانی سماج کے اندر پھیلی ہوئی خرابیوں اور کمزوریوں کا جائزہ لیا، سماج کے لئے ان سے پیدا ہونے والے خطرات سے متنبہ کیا اور دانشوروں کو میدان میں آکر حالات سے پنجہ آزمائی کرنے اور سماج کو تباہی سے بچانے کے لئے پرخلوص جدوجہد کی دعوت دی، انھوں نے فرمایا کہ انسانی سماج کے دو طبقے ہیں جن میں کرپشن سب سے اخیر میں آتا ہے، ایک مذہبی طبقہ دوسرے دانشوروں کا طبقہ، انھیں سے خیر وصلاح کی توقع کی جاسکتی ہے اور ان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ذاتی بلکہ اپنے طبقہ اور اپنی ملت کے مفادات کو بھی پس پشت ڈال کر آگے آئیں، کچھ لینے کے لئے نہیں بلکہ دینے کے لئے آئیں اور اپنے پورے معاشرہ اور پورے ملک کو تباہی کے راستہ سے واپس لائیں، اگر یہ طبقے بھی اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ناکام رہے، تو یہ ایک المیہ ہوگا، ہماری ملت کے لئے بھی اور ہمارے پورے ملک کے لئے بھی اور مستقبل کا مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہوگا کہ ہندوستانی سماج ایسے وقت تباہی کے دہانے پر پہونچا اور خطرات کا شکار ہوا، جبکہ یہاں مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ، دیوبند اور ندوہ جیسے ادارے موجود تھے، اس تقریر میں دانشور طبقہ کے فرائض اور ان کی ذمہ داریاں یاد دلائی گئی ہیں، اور اس میں صرف ہندوستان ہی کے لئے نہیں پوری دنیا کے دانشور طبقہ کے لئے بصیرت افروز پیغام ہے۔

یہ تقریر ٹیپ کے ذریعہ مرتب کی گئی اور محترم مقرر کی نظر ثانی اور

www.abulhasanalinadwi.org

جزوی اصلاح و ترمیم کے بعد شائع کی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ملک کے دانشور اس پیغام پر لبیک کہیں گے اور اسے اپنی جد وجہد کا مرکز بنائیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کرنے، حالات کا صحیح تجزیہ کرنے اور ان کی اصلاح کے لئے جد وجہد کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی
اکبری گیٹ لکھنؤ۔
۲۷ر شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۱۰ر جون ۱۹۸۳ء

www.abulhasanalinadwi.org

مُلک کا خطرناک رُخ اور دانشور طبقہ کی ذمہ داری

حمد وصلاۃ کے بعد :

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (سورہ ہود - ۱۱۶)

جو نسلیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ان میں ایسے صاحب شعور کیوں نہ ہوئے جو ملک میں بگاڑ پیدا سے روکتے ؟ ہاں ایسے تھوڑے تھے جن کو ہم نے بچالیا اور جو ظالم تھے وہ عیش وآرام کے انھیں اسباب کے چکر میں پڑے رہے جو ان کے لئے مہیا کئے گئے تھے، اور وہ مجرم تھے ۔

معزز اساتذہ اور عزیز طلبہ !

میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی ہے، اس آیت میں جو درد، جو جوش، جو حقیقت اور طاقت ہے، میں اقرار کرتا ہوں کہ اس کو ترجمہ میں منتقل نہیں کرسکتا، میں قرآن مجید کا طالب علم رہا ہوں اور عربی زبان میں بھی شُدبُد رکھتا ہوں لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی اس آیت کے اندر (درد کا لفظ استعمال کرنے سے ہر ذوق ڈرتا ہوں کہ وہ خدا کا کلام ہے لیکن درد انگیزی کہنے میں کوئی وجہ نہیں) جو درد انگیزی ہے دوسری زبان میں اس کا منتقل کرنا بہت مشکل ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے کی نسلوں میں ایسے اہل شعور کیوں

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رہے جنہیں کچھ بچا کھچا احساس تھا، کچھ ان کے دل پر چوٹ تھی، انسانیت کا کچھ درد تھا زمین میں جو فساد پھیل رہا تھا، جو تباہی مچ رہی تھی اس سے لوگوں کو منع کرتے، تھوڑے سے ان لوگوں کے علاوہ جو اس کام کے لئے کھڑے ہوئے جن کو ہم نے بچا لیا تھا باقی تمام لوگ وقت کے دھارے میں بہہ گئے۔ عیش و عشرت کے جن وسائل کی کثرت تھی اور بگڑی ہوئی صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے جو زریں مواقع حاصل تھے ان سے فائدہ اٹھانے لگے اور بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بگڑی ہوئی صورت حال سے فائدہ اٹھانا زیادہ آسان ہوتا ہے، دوسروں کے گھر ویران کر کے اپنے گھر کی تعمیر اور دوسروں کی لاشوں پر سے گذر کر اپنے مقاصد تک پہنچنے کے مواقع آسانی سے مہیا ہو جاتے ہیں۔

واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ، جو ان کو سامان عیش و عشرت دیا گیا تھا وہ اس میں پھنسے رہ گئے اور وہ مجرم تھے۔

حضرات! انسان کے لئے بیماری کوئی غیر فطری چیز نہیں ہے، صحت کا اعتدال سے ہٹ جانا اور بیماری کا شکار ہو جانا انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرح سے زندگی کی علامت ہے۔ پتھر غلطی نہیں کر سکتا، درخت غلطی نہیں کر سکتا انسان ہی غلطی کرتا ہے اسلئے غلطی زیادہ پریشانی کی بات نہیں اور اس پر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ انسانوں کی ایک بڑی جماعت کا کسی غلط راستہ پر پڑ جانا اپنی سفلی خواہشات اور پست درجہ کے مقاصد کی تکمیل کے پیچھے دیوانہ ہو جانا، تاریخ انسانی کے لئے بھی اور تقدیر انسانی کے لئے بھی شدید تشویش کی بات نہیں ہے، تشویش کی بات یہ ہے کہ بگڑے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کرنے فساد و انتشار پیدا کرنے والی طاقتوں سے آنکھیں ملانے اپنی سہولتوں عوتوں (اور بعض اوقات حکومت و اقتدار) کو خطرہ میں ڈال کر میدان میں اترنے والے نایاب ہو جائیں اصل تشویش کی بات یہ ہے۔ انسان بارہا ایسی بدنیت، فساد انگیز، انتشار پسند طاقتوں، قیادتوں یا سازشوں کے شکار ہو گئے ہیں اور ایسا نظر آنے لگا ہے کہ انسانیت سکرات کے عالم میں ہے، وہ جلد دم توڑ دے گی، لیکن تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ایسے ہر موقعہ پر کچھ ایسے افراد میدان میں آگئے جنھوں نے زمانہ کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر حالات کا مقابلہ کیا۔ ان غلط رہنمائیوں اور قیادتوں کے مدمقابل بن کر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے جان کی بازی لگا دی، انسانی تہذیب کا تسلسل جو ابھی تک قائم ہے، محض نسل تسلسل نہیں، بلکہ انسانی خصوصیات کا تسلسل جو ہر دور میں رہا ہے، انسانی احساسات و جذبات، اعلیٰ مقاصد اخلاقی تعلیمات اور ان کی بقاء و ترقی کے لئے ہمت و جرأت اور قربانی کا جذبہ، جو اس وقت تک چلا آرہا ہے یہ درحقیقت انھیں لوگوں کا رہین منت ہے جو بگڑے ہوئے حالات میں میدان میں آئے اور انھوں نے زمانہ کے چیلنج کو قبول کیا اور ان بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ لڑایا اور بعض اوقات زمانہ کی کلائی موڑ دی انھیں لوگوں کی بدولت انسانیت زندہ ہے۔ ہر زمانہ کے شاعر، ہر زمانہ کے ادیب اور ہر زمانہ کے اہل دل زمانہ کی بگاڑ کی شکایت کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکے بعد بھی انسانی خوبیوں کا سرمایہ، انسانی احساسات و جذبات اور نیک انسان موجود ہے۔ یہ اصل میں انھیں لوگوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے جو اس وقت اپنے مفادات سے آنکھیں بند کر کے میدان میں آگئے

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے اپنے لئے بھی، اپنے خاندانوں کے لئے بھی اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی خطرہ مول لیا، زمانہ کا رخ موڑ دیا اور انسانیت کی کھیتی ان کی کوششوں اور قربانیوں کے پانی سے ہری ہو گئی۔

حقیقت میں انسانیت کی کھیتی ہر زمانہ میں کھاد چاہتی ہے۔ جس طرح فرٹیلائزر (FERTILIZERS) زمین میں قوت نمو بڑھاتے ہیں، پیداوار کو طاقت بخشتے ہیں اسی طرح انسانیت کی کھیتی کے لئے بھی کھاد کی ضرورت ہے۔ انسانیت کی کھیتی کے لئے کھاد "ذاتی مفادات" ہیں۔ اغراض و مفادات کی یہ کھاد جب اس کھیتی میں پڑتی ہے تو وہ کھیتی لہلہا اٹھتی ہے زمین اپنی پیداوار بڑھا دیتی ہے اور انسانیت کی جھولی بھر جاتی ہے انسانیت کو زندگی کی ایک نئی قسط عطا ہو جاتی ہے انسانوں میں زندہ رہنے کا استحقاق اور زندہ رہنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے زیادہ سے زیادہ وسائل کی فراہمی، سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی، علم، فلسفہ، ادب و شاعری، کوئی چیز بھی انسانیت کی بقا کی ضمانت نہیں، انسانیت کی بقا کی حقیقی ضمانت وہ جری، دلیر، جاں باز اور دردمند انسان ہیں جو زخمی دل اشکبار آنکھیں اور سلگتے اور جلتے ہوئے دل و دماغ رکھتے ہیں جو ناسازگار حالات کا سامنا کریں۔ چوٹ کو برداشت کریں اور تاریخ کے دھارے کو بدلنے کے لئے جان کی بازی لگا دیں۔ جب کبھی اس جنس کی کمی نظر آتی ہے تو پورا سماج، پورا معاشرہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے خواہ دیکھنے میں آپ کو فربہی نظر آئے، جیسے ایک فربہ جسم جس کے اندر بیسیوں قسم کی بیماریاں پرورش پاتی ہیں لیکن اس کی فربہی سب پر پردہ ڈالے رہتی ہے، دیکھنے والوں کو دھوکا ہوتا ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

سمجھتے ہیں کہ یہ انسان بہت تندرست ہے لیکن حقیقت میں وہ بیماریوں کا مجموعہ ہے، ایسا ہی سماج کا معاملہ ہے، سماج پر بعض مرتبہ غیر طبعی UNNATURAL اور غیر معتدل فربہی طاری ہو جاتی ہے اس کے چہرہ پر خوں جھلکتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جیسے کہ اقبال نے کہا ہے ؎

کچھ اور چیز ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ آب و رنگ فقط آب و ناں کی ہے بیشی

یعنی پانی اور روٹی کی مقدار جسم میں زیادہ ہو گئی تو چہرہ پر تازگی اور رعنائی نظر آتی ہے لیکن یہ جان پاک نہیں ہے۔ جان پاک تو کچھ اور ہی چیز ہے۔ سماج کی جان پاک اور سماج کی اصل روح اس کے اندر ایثار کا مادہ ہے اس کے اندر کی قوت برداشت ہے کہ اس کے افراد کس طرح ناگوار باتوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کتنے کڑوے گھونٹ پی جاتے ہیں۔ کتنے صدمے برداشت کر لیتے ہیں، وہ جلد اشتعال میں نہیں آتے، آپے سے باہر نہیں ہوتے سماج میں نیک انسان کی کتنی قدر پائی جاتی ہے، شرافت کی کتنی قدر ہے، اس کو لوگ کس نظر سے دیکھتے ہیں، احسان کو وہ سماج کتنا مانتا ہے ظلم سے اسکے اندر کتنی نفرت ہے؟

کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ (خواہ وہ دنیا کا قدیم سماج ہو یا جدید سماج ہو) یہ ہے کہ اس کے اندر ظلم کا مزاج پیدا ہو جائے۔ پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اس ظلم کو ناپسند کرنے والے اس معاشرہ میں انگلیوں پر بھی گنے نہ جاسکے ہوں، دوربین تو دور بین، خوردبین سے بھی ان کو دیکھا نہ جاسکتا ہو پورے سماج میں

www.abulhasanalinadwi.org

چند در جن آدمی بھی ایسے نہ ہوں جو اس ظلم کو اس سفاکی کو، اس قساوت اور سنگدلی کو کمزوروں پر دست درازی کو ناپسند کرتے ہوں اور اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرتے ہوں گھر بیٹھ کر ناپسند کرنے والے تو مل جائیں گے جو چار چھ آدمیوں کی موجودگی میں کہہ دیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے، بڑے خطرہ کی علامت ہے۔ لیکن اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کریں اور اس کو لے کر میدان میں آجائیں۔ ایسے افراد کی جب کسی سماج میں، کسی معاشرے میں کمی ہوتی ہے تو اس سماج، اس معاشرہ اور اس سوسائٹی کو کوئی طاقت نہیں بچا سکتی ہے، جب کسی معاشرہ میں ظلم پھیلنے لگا ہو اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہو جب ظلم کے لئے یہ معیار بن گیا ہو کہ ظالم کون ہے؟ ظالم کی قومیت کیا ہے؟ ظالم کا فرقہ کیا ہے؟ ظالم کی زبان کیا ہے؟ ظالم کس برادری سے تعلق رکھتا ہے؟ تو انسانیت کے لئے ایک عظیم خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، جب انسانیت کو اس طرح خانوں میں بانٹا جانے لگے اور ظالم کی بھی قومیت دیکھی جانے لگے، جب اس کا مذہب پوچھا جانے لگے، جب آدمی اخبار میں کسی فساد یا کسی ظلم و زیادتی کی خبر دیکھے تو پہلے اس کی نگاہیں یہ تلاش کریں کہ کس فرقہ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی، اس میں نقصان کس کو پہنچا؟ جب ظلم کے ناپنے اور ظالم ہونے کا فیصلہ کرنے کا یہ پیمانہ بن جاتا ہے کہ وہ کس قوم، فرقہ، طبقہ و برادری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت معاشرہ کو کوئی طاقت، کوئی ذہانت، کوئی سرمایہ اور بڑے بڑے منصوبے بچا نہیں سکتے۔

اسلام سے پہلے عربوں کا ایک اصول اور مقولہ تھا جس نے محاورہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

شکل اختیار کر لی تھی کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے ظالم ہو، چاہے مظلوم" اور جاہلیت (اسلام سے پہلے) کا عرب اسی اصول پر چل رہا تھا، وہ گویا ایک رہنما اصول تھا اور اس نے مذہبی تعلیم کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور یہ بات ایسی مشہور تھی کہ کسی کے سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں فرمایا کہ "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو، چاہے مظلوم ہو" عربوں کے لئے یہ ایسی جانی بوجھی حقیقت اور روزمرہ کی بدیہی بات تھی کہ اس پر سکوت طاری ہو جانا چاہئے۔ پھر اللہ کا رسول کہہ رہا تھا جو غلط بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی جو تربیت کی تھی اور ان کا جو ذہن بنایا تھا وہ ذہن اس کو ہضم نہیں کر سکا انھوں نے عرض کیا :

ننصرہ مظلوما، فکیف ننصرہ ظالما (ہم مظلوم کی مدد تو کریں، لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں) سوسائٹی اور معاشرہ کی جو سب سے مستحکم بنیاد ہے اور جس پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جا سکتا ہے وہ ایسی ہی تربیت ہے کہ اس کا ذوق سلیم، بلکہ اس کا قلب سلیم (ذوق سلیم نے بارہا دھوکہ کھایا ہے، لیکن قلب سلیم دھوکہ نہیں کھاتا) اس کا قلب سلیم اس پر جاگ جائے، چوکنا ہو جائے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معاشرہ میں ظلم ہوتا رہے اور بڑھتا اور پنپتا رہے ؟

یہ اخلاقی تربیت اور اس کی کامیابی کا آخری نمونہ ہے، دنیا کی تاریخ میں ایسی تربیت کی مثال ملنی مشکل ہے کہ ایک طرف صحابہ کرام اطاعت و انقیاد کا

www.abulhasanalinadwi.org

بے مثال نمونہ تھے وہ آنحضرتؐ پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟ پروانے شمع پر گرتے ہیں اور جان دیتے ہیں اور انجام نہیں سوچتے۔ صحابہ کی جماعت رسول کے کہنے کے بعد پھر غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتی تھی، لیکن اب اس کے اندر ایسا انقلاب آچکا تھا، معاشرہ کو ایسی مستحکم، ایسی بلند اور ایسی اصولی بنیاد پر اٹھایا گیا تھا کہ جب آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے ظالم ہو چاہے مظلوم تو صحابہ کرام تڑپ اٹھے اور پورے ادب سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے اب تک ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم مظلوم کی مدد کریں اور ظالم کا ساتھ نہ دیں، کیا ہم اپنی قوت سماعت پر شک کریں شاید ہمارے کانوں نے اسے صحیح نہ سنا ہو؟ آپ فرمائیں کہ ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ظالم کی بھی مدد ہوتی ہے! مظلوم کی مدد یہ ہے کہ اس پر ظلم نہ ہونے دو، ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو، اسکو ظلم کرنے نہ دو۔"

یہ وہ چیز ہے جو انسانی معاشرہ کو بچانے والی ہے کہ بلا تفریق مذہب وملت بلا تفریق قومیت، بلا تفریق ذات برادری، اپنے تعلقات کو بالکل نظر انداز اور مفادات کو بالکل فراموش کرکے، یہ نہ دیکھا جائے کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے؟ ظالم کوئی بھی ہو اپنی قوم کا محبوب ترین فرد ہو، قائد ہو، رہنما ہو، اس کو ظلم سے روکا جائے۔ اگر معاشرہ میں یہ اخلاقی جرأت، یہ غیر جانبداری اور خلوص کی یہ طاقت ہے تو معاشرہ بچ سکتا ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس معاشرہ کو نہیں بچا سکتی۔ آج ہندوستان میں کمی اسی چیز کی نظر آتی ہے جس کی وجہ سے اس معاشرہ سے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جب کسی انسانی نسل پر، کسی دور میں اخلاقی گراوٹ کا ایسا دورہ پڑتا ہے، یا وہ کسی انسانی سازش یا کسی انتشار پسند طاقت کا شکار ہوتی ہے اس وقت دو طبقے میدان میں آتے ہیں۔ ایک دانشوروں کا طبقہ اور ایک مذہبی انسانوں کا طبقہ یہ دو طبقے ہیں جن میں بگاڑ (CORRUPTION) سب سے آخیر میں داخل ہوتا ہے تاریخ ہمیں بتاتی ہے، قیاس بھی یہی چاہتا ہے اور عقل سلیم (COMMON SENSE) کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ سب سے آخیر میں جس طبقہ میں فساد داخل ہوتا ہے اور خرابی آتی ہے وہ مذہبی آدمیوں کا طبقہ ہے۔ اسکے بعد دانشوروں کا طبقہ ہے، لیکن جب دانشوروں میں اور مذہبی انسانوں میں بھی بگاڑ (CORRUPTION) آجائے تو پھر اس معاشرہ کا (یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا حافظ ہے۔ خدا حافظ ہو تو اطمینان ہی اطمینان ہے) لیکن پھر اس معاشرہ کو کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔

اس وقت ضرورت ہے کہ دانشور اور مذہبی انسان میدان میں آئیں اس وقت ضرورت ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں سے، ہماری دانش گاہوں سے افراد نکلیں اور معاشرہ کو بچانے کی کوشش کریں۔ مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کا مؤرخ جب اس معاشرہ کی تاریخ لکھے گا جس میں ہم اور آپ سانس لے رہے ہیں تو کہیں یہ نہ لکھے کہ یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب ملک میں مسلم یونیورسٹی موجود تھی دارالعلوم دیوبند موجود تھا ندوۃ العلماء موجود تھا اور جامعہ ملیہ موجود تھی۔ ان کی موجودگی بلکہ ان کی دیوار کے نیچے اور ان کے سایہ میں سب کچھ ہو رہا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت ضرورت یہ ہے کہ آپ میدان میں آئیں اور بگاڑ کا، بے اصولی کا، بد دیانتی کا، رشوت خوری اور ذخیرہ اندوزی کا، اقربا نوازی اور خویش پروری کا، سنگدلی کا اور (مجھے معاف کریں) سب سے بڑھ کر سفاکی اور درندگی کا جو دھارا بہہ رہا ہے اور ملک تباہی و بربادی کے جس رخ پر جا رہا ہے اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں۔

ایسے جوان مردوں کے لئے پہلی شرط تو یہ ہے کہ ان کے اندر اخلاقی جرأت ہو اور وہ بے لوث ہوں، وہ اس معاشرہ کو دینے کے لئے آئیں، لینے کے لئے نہ آئیں اس بگڑے ہوئے نظام سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہ آئیں، بلکہ ان کی شان وہ ہو جو ایرانی شاعر عرفی نے بیان کی ہے،

عدیل ہمت ساقیست فطرت عرفی — کہ حاتم دگراں و گدائے خویشتن است

ان لوگوں کی جو ایسے بحران (CRISIS) کے موقعہ پر میدان میں آتے ہیں اور پورے معاشرہ کو اور پوری قوم کو موت کے منہ سے نکال دیتے ہیں ان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ساقی کی فطرت اور مزاج رکھتے ہیں، ساقی سب کو پلاتا ہے اور خود نہیں پیتا۔ یہ مرحلہ بہت مشکل ہے اور دل پر پتھر رکھے بغیر طے نہیں ہو سکتا لیکن اس کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔ میں اپنے عزیز طلبہ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج ہندوستان میں عزت کا مقام بھی حاصل ہوگا جب آپ اس ملک کو بچانے کی مخلصانہ، جانفروشانہ، بے غرضانہ اور آخر میں کہتا ہوں کہ مجنونانہ کوشش کریں گے۔ کسی قوم کو، کسی جماعت کو عزت کا مقام اسی وقت ملتا ہے جب وہ کسی کو فائدہ پہونچائے اور خود فائدہ اٹھائے، جب وہ اپنا دامن جھاڑ دے اور دوسروں کی جھولی

www.abulhasanalinadwi.org

بھروسے، وہ اپنے گھر میں اندھیرا پسند کرے اور دوسروں کے گھر میں چراغ جلائے، جب وہ اپنے بچوں کو بھوکا سلائے ابو طلحہ انصاری کی طرح اور مہمانوں کو شکم سیر کرکے اٹھائے۔ آپ تاریخ پڑھیں تو آپ پر بہت سے حقائق کھلیں گے اور عبرت و موعظت کا بڑا سامان ملے گا لیکن افسوس ہے کہ تاریخی واقعات کی تہہ میں اور انقلابات سلطنت کے پس پردہ جو حقائق FACTORS کام کرتے ہیں، جو مخفی طاقتیں کام کرتی ہیں جو وقت کی رفتار بدل دیتی ہیں کسی ملک کی قسمت بدل دیتی ہیں، ہمارے مؤرخوں کی نگاہ وہاں تک نہیں جاتی، وہ زیادہ تر یہی لکھتے ہیں کہ فلاں بادشاہ آیا اور فلاں بادشاہ گیا، فلاں نے فلاں ملک پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا، اور فلاں نے شکست کھائی۔ لیکن اسکے پیچھے کیا طاقتیں کام کر رہی تھیں؟ حقیقی اسباب کیا تھے؟ پھر اسباب کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں۔ جیسے مولانا روم کہتے ہیں کہ گرمی کا زمانہ ہے اور ایک شخص پنکھا جھل رہا ہے تو کوتاہ بیں یہ کہے گا کہ یہ ہوا اس پنکھے کی وجہ سے آرہی ہے، لیکن جس کی نظر اور گہری ہوگی وہ کہے گا کہ نہیں، اصل میں اس ہاتھ کا کارنامہ ہے جو اس کو ہلا رہا ہے، پنکھا زمین پر رکھ دو تو ہوا نہیں آئے گی، اس سے بھی جس کی گہری نظر ہے وہ کہے گا کہ نہیں یہ ہاتھ بھی نہیں بلکہ انسان کا ارادہ ہے، اس کی نیک نیتی اور خدمت کرنے کا جذبہ اصل میں اس کا سرچشمہ ہے۔ اگر کسی کی نظر اور گہری ہے تو وہ کہے گا کہ نہیں، یہ نہ پنکھے کا کارنامہ ہے، نہ ہاتھ کا فی ہے، ہوا ضروری تھی یہ ہوا پیدا نہیں ہے یہ ہوا اصل میں محسن ہے۔ لیکن جس کی نظر اس سے بھی آگے ہے وہ کہیگا نہیں اس ہوا کا جو خالق ہے، اس ہوا کو جو حکم دینے والا ہے۔ جس نے اس کو طاقت دی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور آزادی بخشی ہے کہ وہ چلے وہ ہے محسن حقیقی۔ تاریخ کا معاملہ بھی یہی ہے کہ واقعات کے پیچھے اسباب ہوتے ہیں، ان اسباب کے پیچھے دوسرے اسباب ہوتے ہیں اور ان اسباب کے درمیان رشتہ ہوتا ہے۔ آپ جو یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی سدھار پیدا ہوا اور کوئی سماج موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہونے کے بعد اچانک تازہ دم ہو کر اٹھا اور اسنے پھر زندگی کا سفر شروع کیا اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا شروع کیا، اسکے پیچھے کسی ایسی جماعت، کچھ ایسے افراد کا ہاتھ ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالتے ہیں اور جو اپنے نفع سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

کسی ایسے ملک میں جیسے کہ ہندوستان ہے جو مختلف تہذیبوں کا گہوارہ ہے، مختلف قوموں کا وطن ہے، اور یہاں کی ایک تاریخ ہے، یہاں کچھ غلط فہمیاں اور تلخیاں رہی ہیں، کچھ سیاسی کشمکش رہی ہے وہاں موجودہ حالات میں (میں آپ سے صفائی کے ساتھ کہتا ہوں) کم سے کم مسلمانوں کے لئے کوئی راستہ عزت حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس ملک کی اخلاقی قیادت کا جھنڈا بلند کریں اور اس ملک کو بچانے کی مخلصانہ کوشش کریں، وہ ثابت کر دیں کہ ملک کو بچانے کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈال سکتے ہیں اور اس ملک کو بچانے میں ان کی کوئی گروہی و مذہبی غرض، قومی غرض یا انفرادی غرض نہیں ہے، وہ اپنی کوششوں کا اجر صرف خدا سے چاہتے ہیں وہ ایک عقیدہ اور جذبہ کے تحت میدان میں آتے ہیں کہ یہ ملک امانت ہے، اس ملک کے باشندے خدا کے پیدا کئے ہوئے انسان ہیں، ان کے ساتھ ہمیں رہنا ہے اگر یہ

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں گے تو ہم بھی نہیں ہوں گے۔

اس وقت ہندوستان میں یہ موڑ آگیا ہے کہ پڑھے لکھوں کی جماعت، دانشوروں کی جماعت ہماری جامعات اور دانش گاہوں کے فضلاء کی جماعت میدان میں آئے، اس وقت میدان دانشوروں کا ہے، مذہبی آدمیوں کا اور ایسے بے لاگ انسانوں کا ہے جو سیاسی پارٹیوں اور سیاسی مفادات سے بالکل آنکھیں بند کرلیں۔ اس سے کوئی مطلب نہ رکھیں کہ ایسا کرنے سے ہماری پارٹی پاور میں آئے گی اور ہمیں حکومت ملے گی۔ ایسی مثالیں بھی تاریخ میں ملتی ہیں کہ جب موقع آیا انعام ملنے کا، اور جب حکومت تھالی میں رکھ کر پیش کی جانے لگی تو اللہ کے بندوں نے کہا کہ ہم نے اسلئے کام نہیں کیا تھا، ہم نے تو ہمدردی میں کیا تھا، خلوص کے ساتھ کیا تھا، خدا کی خوشنودی کے لئے کیا تھا، ہمیں اس کا انعام نہیں لینا ہے

حضرات! یہ حقیقت ہے جسے ہمارے نوجوانوں کو خاص طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ بڑا اہم، بڑا قیمتی وقت ہے۔ ایسے زریں مواقع اقوام وملل کی تاریخ میں اور ملکوں کی تاریخ میں کبھی صدیوں کے بعد آتے ہیں۔ یہ ایک زریں موقع خدا کی طرف سے ہم کو اور آپ کو دیا گیا ہے خدا کا شکر ہے اس کا احسان کہ اس نے آپ کو اس دور میں پیدا کیا۔ لوگ تو ہمدردی کریں گے، کہیں گے ہم کاش ایسے دور میں نہ پیدا ہوئے ہوتے۔ لیکن جواں مردوں اور بلند ہمت لوگوں کے سوچنے کا طریقہ یہ نہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں، یہاں کے مسلمانوں کو مبارک باد دیتا ہوں، میں یہاں کے تمام خیر پسند عناصر کو

www.abulhasanalinadwi.org

اور تمام انسانیت دوست جماعتوں اور دماغوں کو مبارک باد دیتا ہوں کہ خدا نے ان کو ایک ایسے دور میں پیدا کیا اور ایک ایسا موقع عطا کیا جسے ہمارے اسلاف بڑی بڑی عبادتوں سے حاصل نہیں کر سکتے تھے، وہ رات رات بھر جاگ کر نہیں حاصل کر سکتے تھے وہ دن دن بھر روزہ رکھ کر نہیں حاصل کر سکتے تھے آج وہ موقع ہم کو حاصل ہے کہ ہم آج انسانیت کی بے لوث خدمت کر کے اور ملک کو بچانے کے لئے جان لڑا کر، اس ملک کو خطرہ کے دہانے سے، اژدھے کے منہ سے نکال سکتے ہیں۔

میں بغیر کسی معذرت کے صاف کہتا ہوں کہ میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا ہندوستانی معاشرہ کبھی ایسے خطرہ سے دوچار ہوا ہو جیسا کہ اس دور میں، اس تیس پینتیس برس کے اندر ہوا ہے۔ میں بالکل اس پر معذرت نہیں کروں گا۔ ہندستان کا جسم بار ہا زار و نزار ہوا ہندستان نے شکست کھائی، ہندستان پر برطانیہ کی بدیسی حکومت رہی یہ سب تاریخی واقعات ہیں، لیکن ہندستان کی روح اور ہندستان کا ضمیر اس طرح سے کمزور نہیں ہوا تھا کہ اسنے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا ہو۔ ہندستان کی تاریخ میں کبھی ایسا دور نہیں آیا کہ برائی کو اور ظلم کو اس آسانی کے ساتھ گوارا کر لیا گیا ہو جس آسانی کے ساتھ آج گوارا کیا جا رہا ہے بلکہ اس کو فلسفہ بنایا جا رہا ہے اسکے ذریعہ سے جماعتوں کو مستحکم اور منظم کیا جا رہا ہے، اس کے ذریعہ ہندستان میں حکومت کا استحقاق ثابت کیا جا رہا ہے۔ ہندستان سینکڑوں مصیبتوں کا شکار ہوا ہے لیکن ضمیر انسانی، ہندستان کا (CONSCIENCE) زندہ رہا اسنے اپنا کام کرنا، اپنا

www.abulhasanalinadwi.org

(FUNCTION) کبھی چھوڑا نہیں۔ اس وقت جو اصل خطرے کی چیز ہے: ؎

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگی ہی عبارت ہے تیرے جینے سے

مجھے یہ ڈر ہے کہ ہندستان کا ضمیر کہیں مر نہ گیا ہو، اس سے بڑھ کر کوئی خطرہ کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اتنے بڑے ملک میں کسی دل درد مند کی کراہ سننے میں نہیں آتی کہ تڑپ کر کسی نے فریاد کی ہو اور قلندرانہ شان سے میدان میں آگیا ہو۔ ؎

گوئے توفیق و سعادت در میاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمی آید، سواراں را چہ شد

لیڈر اپنی جگہ پر، سیاسی جماعتیں اپنی جگہ پر، دانش گاہیں اپنی جگہ پر، لائبریریاں اپنی جگہ پر، خطیب و مقرر اپنی جگہ پر، ذہین (INTELLIGENT) بلکہ (GENEUS) قسم کے انسان اپنی جگہ پر، لیکن وہ ضمیر کہاں ہے جو معاشرہ کی اس پستی پر، انسانیت کی اس بستی پر خون کے آنسو روئے؟ انسانیت کی حفاظت اسی ضمیر نے کی ہے، تفنگ و شمشیر نے نہیں کی ہے، سپاہ اور فوج نے نہیں کی ہے، شاہی خزانوں اور دولت کی بہتات نے نہیں کی ہے، علم انسانی کی ترقی نے نہیں کی ہے، ٹکنالوجی اور سائنس نے نہیں کی ہے بلکہ ایک ضمیر انسانی ہے جو سب پر غالب آیا، جہاں وسائل نہیں تھے اس نے وہاں وسائل پیدا کر لئے، آپ دیکھئے جب کسی کے دل پر چوٹ لگتی ہے اور جب کوئی بے قرار ہوتا ہے وہ کیا کر لیتا ہے ایک آدمی کے پاس وسائل کا ذخیرہ ہے

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن اس کے دل میں درد نہیں ہے اور کچھ کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے تو وقت گذر جاتا ہے اور وہ کچھ نہیں کرتا۔ مجھے جو خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ ہندستانی معاشرہ کا ضمیر تعطل کا شکار ہو گیا ہے اس نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا ہے، یہ خطرہ کی بات ہے اس لئے کہ انسانیت کی آس اسی ضمیر سے ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ خیر و فلاح کی امید ہے وہ اسی ضمیر سے ہے۔ جب یہ ضمیر بیدار ہوتا ہے اس کو خدا کی طرف سے روشنی ملتی ہے۔ پیغمبروں کی طرف سے اس کو غذا ملتی ہے اور یہ دولت پرستی کا شکار نہیں ہوتا، لذت پرستی کا شکار نہیں ہوتا تو پھر یہ ضمیر وہ کام کرتا ہے جو بڑی بڑی سلطنتوں سے اور بڑی بڑی فوجوں سے نہیں ہو سکا۔ دیکھئے کچھ زندہ ضمیروں نے، کچھ صالح ضمیروں نے، کچھ دردمند ضمیروں نے اپنے اپنے زمانہ میں کیا کام کر لیا۔ یہ بزرگان دین کیا رکھتے تھے، ان کے پاس کیا سرمایہ تھا، لیکن انھوں نے ایک نیا معاشرہ پیدا کر دیا، ایک نیا دور ان کی ذات سے شروع ہو گیا۔

آج ہمیں جس چیز کا شکوہ ہے وہ یہ کہ ہر طرح کی آوازیں سننے میں آتی ہے ہر طرح کے منشور (MANIFESTO) سامنے آتے ہیں، ہر طرح کے اعلانات ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن انسانیت کی پستی اور انسانی جان و مال اور انسانی حقوق کی پامالی پر کوئی رونے والی آنکھ اور کوئی درد محسوس کرنے والا دل نظر نہیں آتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسی دانش گاہوں میں جہاں سب کچھ سکھایا پڑھایا جاتا ہے وہیں ایسے لوگ ملنے چاہئیں وہیں ایسے لوگوں کو ڈھونڈنا چاہئے، چند نوجوان ہی سہی جو اپنے مستقبل کی طرف سے آنکھ بند کر لیں جیسے کہ ایک پیغمبر نے اسی طرح کے ایک بگڑے ہوئے معاشرہ میں اصلاح کا کام شروع

www.abulhasanalinadwi.org

کیا تو ان کی قوم نے طعنہ دیا تھا، انھوں نے کہا" لقد کنت فینا مرجوًّا قبل ھذا"" اے صالح تم سے تو بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں تم تو بڑے (PROMISING) آدمی تھے تم سے تو بڑی بڑی توقعات قائم تھیں کہ تم اپنے گھر کو خوشحال بناؤ گے، تم اپنی قوم کا نام روشن کرو گے، اپنے وطن کا نام روشن کرو گے، یہ تم کیا لے بیٹھے، تم نے یہ جھگڑا کہاں شروع کر دیا۔ قوم کے نزدیک یہ جھگڑا تھا۔ لیکن انسانیت کی ڈوبتی کشتی ہمیشہ انھیں لوگوں نے بچائی ہے جنھوں نے اپنے مفاد کو نہیں دیکھا، معاشرہ کے مفاد کو دیکھا، لیکن جس قوم میں نام لینے کے لئے بھی ایسے چند آدمی نہ پائے جائیں جو کسی بڑے سے بڑے عہدہ اور منصب کو اپنے مقصد کے راستے میں خاطر میں نہ لائیں تو ایسی جماعت اور ایسی قوم کے متعلق کوئی بڑی امید قائم نہیں کی جا سکتی اور اس کا کوئی وزن نہیں خدا کے میزان میں بھی اور انسانیت کے میزان میں بھی۔ ایسے صاحب عزیمت اور باہمت لوگ کم سے کم مسلمانوں میں ہر دور میں پائے گئے ہیں جنھوں نے سلطنتوں اور بادشاہوں کو منہ نہیں لگایا۔ آج پھر ان کی ضرورت ہے۔ کسی تعداد میں سہی لیکن ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو یہ کہہ سکیں کہ

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ   کہ عنقا را بلند است آشیانہ

آج مصیبت یہ آگئی ہے کہ بار بار کے تجربوں سے مزاج دانوں اور تجربہ کاروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس معاشرہ میں ہر شخص کی ایک قیمت ہے اگر وہ اتنے دام میں نہیں بک سکے گا تو اتنے دام میں ضرور بک جائے گا۔ لیکن خدا کے کچھ بندے ہمیشہ رہے اور رہنے چاہئیں جو کسی دام میں بھی نہ بک سکیں۔ بڑے سے بڑا استہراجال

www.abulhasanalinadwi.org

آپ ان کے سامنے ڈال کر دیکھئے، کہیں ان کے تصور میں بھی یہ آجائے کہ اعزاز قبول کروں تو ان کی راتوں کی نیند اڑ جائے۔ میں کہتا ہوں خدا کے فضل سے ابھی ایسے لوگ اس دنیا میں ہیں ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ابھی ہماری نسل میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ بڑے سے بڑا عہدہ اور منصب ان کو اپنے اس جادۂ حق سے اور مقام سے جسکو انھوں نے سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے اپنے اس بوریائے فقر سے، اپنے خاک کی اس ڈھیر سے ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آج بھی خدا کے فضل سے ایسے لوگ موجود ہیں، اس لئے ہر شخص کے متعلق یہ خیال کرنا کہ یہ کسی نہ کسی قیمت میں بک جائے گا۔ یہ ہما ہی لیکن ہما کے بھی شکاری ہوتے ہیں، یہ ہما بھی دام میں آجائے گی غلط ہے، ایسی ہما انسانیت کی ابرو ہے۔ آپ سے میں اسلئے نہیں کہتا کہ آپ ان کو تلاش کریں، میں کہتا ہوں آپ وہ ہما بنیں جس کو بڑے سے بڑا شکاری بھی شکار نہیں کرسکتا۔ پھر آپ وہ ہما بنیں گے کہ جس کے سر پر سے اڑ جائے گی اس کے سر پر بادشاہی کا تاج رکھا جائے گا۔ وہ ہما ایک خیالی پرندہ ہے لیکن آپ حقیقی معنی میں ہما بن جائیں گے آپ جسکے پاس سے گذر جائیں گے اسے عزت ملے گی، طاقت ملے گی، اسکو اعتماد ملے گا، ایمان ملے گا۔

آج ہمارے ملک اور ہمارے جاں بلب معاشرہ کو بڑے بڑے فاضلوں بڑے عالموں اور بڑے دانشوروں کی ایسی ضرورت نہیں جتنی سچے اور دلیر انسانوں کی، قربانی کے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے تیار ہونے والے انسانوں کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مسلم یونیورسٹی جس نے کبھی اس ملت اور اس ملک کو محمد علی جوہر جیسا فرزند دیا ہے جنھوں نے اس ملک میں صحیح طور پر جمہوری زندگی کا آغاز کیا۔ یہاں عوامی سیاست درحقیقت مولانا محمد علی نے شروع کی وہی گاندھی جی کو میدان میں لائے، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ان سے پہلے سیاست دانشوروں اور دستور کی سمجھ رکھنے والوں میں تھی۔ دانشوروں کا ایک بہت اونچا طبقہ تھا جو سیاسی باتیں کرتا تھا، بازار میں سیاست کو لانے والے، پارکوں میں سیاست کو لانے والے اور پبلک میں سیاست کو لانے والے محمد علی اور شوکت علی ہیں وہ آپ کی اسی یونیورسٹی کے فرزند تھے۔ جنھوں نے اس ملک میں حریت پسندی اور قومی و دینی غیرت کی آگ لگا دی اور جنھوں نے تحریک خلافت شروع کی اور پھر تحریک آزادی میں ہراول دستہ بلکہ قائد کا کردار ادا کیا۔ آج پھر ہندستان کا معاشرہ طالب ہے، اس نے اپنا دامن پھیلا رکھا ہے، میں اس کی طرف سے ترجمانی کر رہا ہوں کہ ہمارا معاشرہ پھر آج آپ سے وقت کا سپاہی چاہتا ہے۔ ہر وقت کا ایک سپاہی ہوتا ہے ہر وقت کی ایک دعوت ہوتی ہے، ہر وقت کی ایک ضرورت ہوتی ہے۔ جب ضرورت تھی تحریک آزادی کے سورماؤں کی، جب ضرورت تھی حریت کے صور پھونکنے والے سرفروشوں کی تو اس وقت علی برادران میدان میں آئے آج ملک کو اخلاقی زوال سے بچانے والوں کی ضرورت ہے۔ آج اس ملک میں ایثار و قربانی کا ایک مثالی نمونہ قائم کرنے والوں کی ضرورت ہے آج اس ملک میں اصحاب کہف جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جنکے بارے میں قرآن کہتا ہے:۔

www.abulhasanalinadwi.org

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ	وہ چند نوجوان تھے کہ اپنے پروردگار پر
وَزِدْنٰهُمْ هُدًى، وَرَبَطْنَا عَلٰى	ایمان لائے تھے، ہم نے انھیں ہدایت میں
قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا	اور زیادہ مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں کی
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، لَنْ	(صبر و استقامت سے) بندش کر دی وہ جب
نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا،	(راہ حق) میں کھڑے ہوئے تو انھوں نے
لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا (کہف ۱۳، ۱۴)	(صاف صاف) کہہ دیا، ہمارا پروردگار تو

وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ہم اسکے سوا کسی اور معبود کو پکارنے والے نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ بڑی ہی بے جا بات ہوگی۔

آج ہمارے معاشرہ کو ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو میدان میں آئیں اور ملک کو اخلاقی زوال سے بچائیں۔ اخلاقی زوال اپنی آخری حد تک پہنچ گیا ہے۔ ایک آدمی کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو یہ تو ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اسکے قرب و جوار میں کہرام مچ جائے لوگ جمع ہو جائیں، مائیں اپنے گھروں سے نکل آئیں اپنے بچوں کو چھوڑ دیں کوئی پانی لے کر آئے، کوئی دوا لے کر آئے کہ ہمارے بھائی معلوم نہیں کہاں جا رہے تھے حادثہ کا شکار ہو گئے۔ لیکن اس ملک کی اخلاقی گراوٹ کا حال یہ ہے کہ اسوقت لوگ ان مرے ہوئے کچلے ہوئے انسانوں کے ہاتھ سے گھڑیاں نکال لیتے ہیں اور ان کے پرس کی تلاشی لیتے ہیں، اس وقت بجائے اسکے کہ ان خشک لبوں میں پانی کا ایک قطرہ ڈالیں، وہ ظالم ان کی قیمتی چیزیں لوٹنے میں لگ جاتے ہیں۔ آپ یہ واقعات تاریخ

www.abulhasanalinadwi.org

میں پڑھتے تو یقین نہ کرتے اور دوسرے ملک کے لوگ یقین نہیں کریں گے لیکن ہم کیا کریں۔ ریلوں میں بارہا ایسے حادثے پیش آتے ہیں اور قریب کی دیہاتی آبادی ہے۔ دیکھتی ہے کہ ایک آدمی دبا ہوا ہے دو لکڑیوں کے بیچ میں اس کا بدن آگیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میرا سب کچھ لے لینا لیکن کسی طرح مجھے اس شکنجہ سے نکال دو تو انھوں نے اس کے ہاتھ سے گھڑی چھین لی اور اس کی جیب سے کچھ روپئے نکال لئے اور اسکو مرتا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ جو معاشرہ اس سنگدلی کی حد تک پہنچ گیا ہو اس معاشرہ کی کسی چیز کو دیکھ کر بھلا دل خوش ہو سکتا ہے، اس سے کچھ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ معاشرہ دنیا میں باقی رہے گا کوئی بڑا قیادت کا رول ادا کرے گا؟

خدا کو انسان کی جو چیز سب سے زیادہ ناپسند ہے، جس پر اس کی غیرت کو جوش آتا ہے وہ ظلم ہے، سب کچھ وہ معاف کر سکتا ہے۔ عقائد کی حد تک قرآن اعلان کرتا ہے کہ شرک معاف نہیں کرے گا اور انسانوں کی قسمتوں کا جہاں تک تعلق ہے سلطنتوں تہذیبوں اور معاشرے کی قسمتوں کا جہاں تک تعلق ہے ظلم ان کے لئے پیغام موت ہے، ظلم کے بعد ان کو ڈھیل نہیں دی جاتی۔ تو میرے عزیزو: ہندو مسلمان نوجوانو! آپ اس معاشرہ کو ظلم سے بچانے کے لئے میدان میں آئیں، دیہاتوں اور شہروں میں جائیں اور پکار لگائیں کہ یہ ظلم نہیں ہونا چاہئے، یہ فسادات نہیں ہونے چاہئیں اس میں بے گناہ مارے جاتے ہیں۔

میں نے کئی مرتبہ اس کا نقشہ کھینچا ہے کہ ایک مسافر بڑے ارمانوں کے ساتھ بمبئی سے آرہا ہے تھوڑی سی پونجی بچا کر، سنا ہے کہ ماں بیمار ہے میں جاتے ہی دوا

www.abulhasanalinadwi.org

لاؤں گا۔ وہ میری صورت دیکھ کر خوش ہوں گی ان کے اندر طاقت آجائے گی وہ آنکھیں کھول دیں گی۔ ابھی وہ اسٹیشن سے چلا ہی تھا کہ اسے چھرا بھونک دیا گیا۔ ادھر ماں تڑپ رہی ہے اور یہاں بیٹے نے جان دیدی۔ جس معاشرے میں یہ واقعات ہوں اس معاشرہ میں کیا کوئی بھی ترقی، اقتصادی، سیاسی اور علمی ترقی خوشی کی بات ہوسکتی ہے؟ اس لئے میں جو یونیورسٹیوں کی تعداد بتلائی جاتی ہے میں کہتا ہوں اس کے دس گنا یونیورسٹیاں ہوجائیں جب بھی اس معاشرے کے لئے کوئی خوشی اور اطمینان کی بات نہیں، کوئی عزت کی بات نہیں، متوسط پڑھے لکھے لوگ ہوں مگر ظلم سے نفرت ہو، گناہ سے نفرت ہو CORRUPTION سے نفرت ہو، وہ معاشرہ زندہ ہے، طاقتور ہے اور ممکن ہے کہ دوسری قوموں کی قیادت کرے۔

میرے عزیز بھائیو! میرے محترم اساتذہ اور فضلاء میں معافی چاہتا ہوں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

اگر میں نے اپنے حدود سے تجاوز کیا ہو، اگر میں نے بعض تلخ حقیقتیں تلخ انداز میں کہی ہوں تو مجھے معاف فرمائیں کہ جب حقائق کی تلخی حد سے بڑھ جاتی ہے تو کوئی شیریں کلامی اسے شیریں نہیں بنا سکتی، وہ فریب دہی ہوتی ہے۔ میں نے ایک تلخ حقیقت کو تلخ انداز میں کہا ہے۔ اس پر میں آپ سے معذرت خواہ ہوں، ہماری سوسائٹی کا روگ یہ ہے کہ کوئی صاف بات کہتا نہیں، بہت دور سے چل کر، اپنی پارٹی اور اپنے فرقہ کو محفوظ رکھتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے، اس کو بچاتے ہوئے، ہزار احتیاط کے ساتھ ایک بات ایسی کہی جاتی ہے کہ پھر کوئی پکڑ نہ سکے، ان کو پکڑے جانے کی فکر زیادہ ہوتی ہے اور سوسائٹی کے تباہ ہونے کی فکر کم ہوتی ہے۔ لیکن جب آگ لگی ہو تو یہ تحفظات باقی نہیں رہتے گفتگو کے آداب باقی نہیں رہ سکتے۔ جب آگ لگ جاتی ہے تو پھر کسی زبان میں کیسے ہی بے ڈھنگے طریقے سے کہا جاتا ہے بچہ بھی بول اٹھتا ہے کہ آگ لگی ہے۔ اس وقت صورت حال یہی ہے، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ اس وقت ہمارا معاشرہ کوہ آتش فشاں کے دہانہ پر پہنچ گیا ہے اور کوئی تدبیر اس کو بچا نہیں سکتی۔ اگر کوئی چیز اس کو بچا سکتی ہے تو وہی مذہبی انسانوں، دانشوروں اور بے غرض انسانوں کا میدان میں آنا اور حالات سے پنجہ آزمائی کرنا اور اپنا عملی نمونہ دنیا کے سامنے اور کم از کم ہندستان کے سامنے پیش کرنا۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اس یونیورسٹی نے محمد علی اور شوکت علی کو پیدا کیا ہے حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خاں کو پیدا کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ یہ جامعہ اب بھی ایسے آدمیوں کو پیدا کر سکتی ہے اور اس میں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے۔ میں آپ کے سامنے اقبال کا یہ شعر پڑھوں گا۔ ؎

تو ہما کا ہے شکاری، ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں معلوم سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی

آپ مرغ و ماہی پر اپنی طاقتیں صرف نہ کریں آپ نے اگر ایک چھوٹی سی چڑیا کا شکار کر بھی لیا تو کوئی فخر کی بات نہیں۔ آپ کو سارا ہندستان پیش نظر رکھنا چاہئے اور آپکو اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

توانائی چھوٹے چھوٹے مسائل پر نہیں خرچ کرنا چاہئے۔ آپ کی طاقت بڑی قیمتی ہے اس کا اصل مستحق آپ کا معاشرہ ہے آپ کا یہ پورا عہد ہے آپ کا یہ پورا ملک ہے۔ آپ کی ملت ہے۔ اس لئے آپ اپنے ساتھ بھی زیادتی کریں گے اور ملک کی بھی حق تلفی کریں گے اور ملت کی بھی حق تلفی کا ارتکاب کریں گے اگر آپنے چھوٹے چھوٹے مسائل میں اپنی طاقت صرف کردی۔ یہ مسائل آپ کی عنقا شکار ہمت، آپ کی بلند نگاہی، اور آپ کی اندرونی صلاحیتوں اور جس ملت کی میراث آپ کو ملی ہے اور جس کتاب الٰہی کے آپ حامل ہیں اسکے شایاں نہیں ہیں۔ جس کی آیت پڑھ کر میں نے آپ کو سنائی ہے

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ "ارے ان نسلوں میں کچھ بچے کھچے انسان تو ہوتے، دردمند انسان تو ہوتے، شعور والے انسان ہوتے، وہ فساد سے لوگوں کو روکتے منع کرتے۔ اگر وہ نہیں تھے تو ان قوموں کا تختہ الٹ دیا گیا، ان کی داستان بھی داستانوں میں نہیں رہی، وہ حرفِ غلط کی طرح تاریخ کے اوراق سے مٹا دیئے گئے۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ ہندستان کا یہ موجودہ معاشرہ خدانخواستہ کہیں ایسے ہی کسی انجام سے دو چار نہ ہو اس لئے میں آپ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی توانائی، اپنی ذہانت، اپنی قوت عمل اپنی (ENERGY) اور اپنا (TALENT) چھوٹے چھوٹے مسائل پر خرچ کرنے کے بجائے ہندستان کو بچانے کے لئے اور ملت کو اس کی عزت کا مقام دلانے کے لئے صرف کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے پورے صبر و سکون کے ساتھ
اور اس متانت و ثقاہت کے ساتھ جو اس یونیورسٹی کی ہمیشہ روایت رہی ہے میری
معروضات سنیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

خوشنویس منور علی اعظمی

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org